سلسلہ خطبات جمعہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

جھوٹی شہادت اور لہو ولہب سے احتراز

نحمدهٗ و نصلی علیٰ رسوله الکریم اما بعد فاعوذ با الله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم والذین لا یشهدون الزور و اذا مروا باللغو مروا کراما (سورۃ فرقان)

ترجمہ (رب العزت مختلف مقامات پر صالح مومن کے اوصاف کے ضمن میں فرماتے ہیں) اور وہ فضول بے ہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر (بلا قصد وارادہ) ان کا گزر ان فضول اور لایعنی مجالس کے قریب سے ہو تو سنجیدگی متانت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

وعن ابی هریره رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من حسن اسلام المرء ترک مالا یعنیه (رواہ الترمذی) ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کر رہے ہیں آدمی کے اسلام کی خوبی اور حسن یہ ہے کہ وہ فضول اعمال اور اقوال کو ترک کر دے۔

اللہ کی بے شمار نعمتوں کی قدر: محترم حضرات اللہ کے بے شمار انعامات میں عمر ایک ایسی عظیم نعمت ہے کہ اس نعمت کے ایک ایک لحہ وسانس کی نہ کوئی بولی میں قیمت مقرر کر سکتا ہے نہ دنیا کے بڑے بڑے دولت کے انباروں سے خریدا جا سکتا ہے اس نعمت کو صحیح مصرف میں لگا کر اس کے بدلے جنت جیسی عظیم اور نہ ختم ہونے والی نعمت خریدی جا سکتی ہے۔ وہاں جو کچھ موجود ہے حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق نہ کبھی دنیا میں انسانی آنکھوں نے ان کا مشاہدہ کیا ہے اور نہ ان کانوں نے ان نعمتوں کے حسن و جمال کے بارہ میں سنا ہوگا اور نہ دل میں انکا خیال وتصور ممکن ہے۔ دنیا اور عمر کے قیمتی اوقات کو فضول اور بیہودہ باتوں میں ضائع کرنے والا جنت کے بے مثال اشیاء واکرامات کو دیکھ کر از راہِ حسرت کہے گا کاش مجھے دنیا میں واپس لوٹایا جائے کہ زندگی کے ایک ایک منٹ کو رب کے طاعت میں خرچ کر کے آخرت کے انعامات سے میں بھی لطف اندوز ہو سکوں۔ مگر یہ حسرت اور خواہش صرف آرزو ہی رہے گی۔ اب دوبارہ دنیا کو جانا محال وناممکن ہے۔ یہ محرومی اور تباہی اس کا اپنا کیا دھرا ہے کہ اس نے دنیا جو دار العمل ہے اسکی ناپائیدار لذتوں کو اپنے شیطانی ہوس کی پیروی کرتے ہوئے اخروی انعامات جو غیر فانی ہیں پر ترجیح دی۔ عبادات کا اصل موقع تو جوانی ہے بڑھاپے میں تو پھر بتدریج اعضاء بیکار ہو کر جواب دینا شروع کر دیتے ہیں۔ جوانی میں جو انسان شیطان کے جال میں پھنس کر کہتا

ہے جوانی تو دیوانگی، عیاشی اور خرمستی کا دور ہوتا ہے۔ جو کچھ خرافات اور گناہ کرنے ہیں اب صحیح وقت ہے۔ بڑھاپے میں سب گناہ چھوڑ کر اللہ و رسول کے احکامات پر کاربند ہو جاؤں گا۔ حالانکہ جن گناہوں کی عادت قوت وطاقت کے زمانے میں پڑ چکی ہے بڑھاپے میں عادات بد کا چھوڑنا کوئی آسان کام نہیں۔ اور نہ جوانی کی دہلیز سے گزرنے کے بعد بدن کمزور ہو کر نیکیاں حاصل کرنے کی ہمت، طاقت اور قوت باقی رہتی ہے۔ کئی ساتھی تو قوت وصحت کا زمانہ گناہوں میں گزارنے کے ساتھ اس انتظار میں رہتے ہیں۔ کہ اس دور کے بعد جب بڑھاپے کا زمانہ آئے گا تو بہ کر لیں گے جبکہ اسکو یہ بھی معلوم نہیں کہ اسے جوانی کے بعد والی زندگی ملے گی بھی یا نہیں اگر مل بھی گئی تو کیا توبہ کرنے کی توفیق اسے نصیب ہو گی۔ کیونکہ دل سے توبہ کرنے کا ذوق وشوق بھی اللہ کی طرف سے ایک داعیہ اور مہمان کی حیثیت رکھتی ہے یہ ضروری نہیں کہ پھر بے ہمتی کے زمانہ میں یہ داعیہ اور شوق پہلے جیسا برقرار بھی رہے۔ آدمی اور اسکا دل بدلتا رہتا ہے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ جوانی میں جن گناہوں کا وسوسہ اور خیال تک نہیں آتا کبھی کبھی بڑھاپے میں ان معاصی کا تصور آنا شروع ہو جاتا ہے۔ شیطان تو ہمارا ایسا ازلی دشمن ہے کہ کبھی ہمارا پیچھا کرنے سے منع نہیں ہوتا۔ اللہ اور رسول کے تعلیمات کا بہترین دور ہمارے دلوں میں مختلف تاویلات کے ذریعہ لغو اور بیہودہ کاموں میں ضائع کر دیتا ہے۔ مثلاً اللہ غفور الرحیم ہے۔ عیش وعشرت کی زندگی گزارو اللہ آخر میں معاف کر دے گا۔ یا گناہ کے کاموں کو اس بندہ کے دل و دماغ میں ایسا حسین، فائدہ مند اور نفع بخش بنا دیتا ہے کہ دل نہ چاہتے ہوئے بھی انسان گناہوں کے ارتکاب پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا قول: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے ارشاد کے مطابق اللہ کی رحمت کے طمع اور بھروسہ پر توبہ نہ کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔ اللہ کے رحمان اور رحیم اور مشفق اور مہربان ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ انسان اللہ کے ان صفات کو جان کر گناہوں کے کرنے پر پہلے سے بھی زیادہ جری اور دلیر ہو جائے بلکہ رحمت خداوندی ہم سے مطالبہ کر رہا ہے۔ کہ بے مقصد اور گناہوں کی زندگی گزارنے پر مایوسی کے دلدل میں پھنسنے کی بجائے توبہ کرنے والے مایوس و نا امید نہ ہوں۔ گناہوں کے بخشنے اور مہربانی فرمانا تو اس بات کا تقاضا کرتا ہے۔ کہ رب کائنات کی تابعداری اور اسکے احکامات کی تعمیل میں زیادہ سے زیادہ وقت خرچ کیا جائے۔ کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ گناہ کرنے والا اگر گناہ کو گناہ سمجھے تو ممکن ہے کہ ایسا وقت آئے کہ اپنے کئے پر پریشان ہو کر توبہ تائب ہو کر اللہ کو راضی کرلے لیکن بدقسمتی سے آج ہماری حالت ایسی ہو گئی کہ گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتے۔ مجالس میں بیٹھ کر ایسے ایسے غیر شائستہ اور ناگفتہ بہ اقوال وافعال سے مجلس کو زینت بخشنے کی کوشش کرتے ہیں کہ الحفیظ والامان حضور ﷺ کے اس نصیحت سے ہم بالکل غافل ہو جاتے ہیں کہ بعض مواقع پر ایک مسلمان قول وفعل سے ایسا عمل یا بات صادر کر دیتا ہے جو اسکے کرنے والے کے نظر میں انتہائی معمولی ہوتا ہے مگر یہی بات یا عمل اسے جہنم کے اندھے کنویں میں پہنچا دیتا ہے اور بعض اوقات منہ سے ایسی بات یا اعضاء سے ایسا عمل کرتا ہے کہ اسکے نزدیک نہ کوئی اہمیت اور قدر و قیمت ہوتی ہے اللہ کے ہاں

قبولیت حاصل کر کے اسکے جنت میں داخلہ کا پروانہ بن جاتا ہے۔

زبان کے استعمال میں احتیاط: یہی وجہ ہے کہ شریعت محمدی ﷺ نے زبان کو کنٹرول کرنے پر زور دیا ہے۔ اسی زبان سے انسان جھوٹی گواہی دینے کا عادی بن جاتا ہے یہی زبان انسان کو دوسرے مسلمان کی غیبت کر کے اسے اپنے مسلمان بھائی کا گوشت کھانے کا مصداق بنا دیتی ہے۔ دوسرے مسلمان کو گالم گلوچ پر یہی زبان اسے آمادہ کر دیتی ہے اسکا نتیجہ کیا نکلتا ہے قتل وقتال کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے ان تمام گناہوں کا نسخہ اکسیر حضور ﷺ نے بتایا۔ عن عبدالله بن عمرو رضی الله عنهما قال قال رسول ﷺ من صمت نجا (رورہ الترمذی)

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمرو حضور ﷺ سے روایت کرر ہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو خاموش رہا وہ کامیاب ہوا۔

گویا دنیا وآخرت کی تباہی وبربادی میں بڑا عمل دخل زبان کا ہے۔ ہزاروں مصائب میں انسان اسی زبان کیوجہ سے گھر جاتا ہے اور بے مقصد باتوں کی بجائے چپ رہنے کو ترجیح دی تو زندگی بھی محفوظ ہوئی اور آخرت میں بھی سرخروئی سے مالا مال ہوگا۔ جسم کے تمام اعضاء روزانہ زبان کے سامنے التجا کرتے ہیں کہ خدارا ہمیں مصائب میں مبتلا کرنے سے منع ہو جائیں ہمارا جن معاصی اور پریشانیوں سے سامنا ہوتا ہے اسکا سبب تم ہی ہو۔ انبیاء کے سردار محمد ﷺ کا ارشاد ہے: **و عن ابی سعید رفعه قال اذا اصبح ابن آدم فان الاعضاء کلها تکفرّ للسان فتقول اتق الله فینا فانا نحن بک فان استقمت استقمنا و ان اعو ججت اعو ججنا** (رورہ الترمذی)

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدری حضور اکرم ﷺ سے روایت کرر ہے ہیں کہ آپ نے فرمایا ابن آدم جب صبح کرتا ہے اعضاء زبان کے سامنے عاجزی سے کہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ ہمارے (صلاح وفساد) کا دارو مدار تم پر ہے اگر تم سیدھی رہو ہم بھی سیدھے رہیں گے۔ اگر تم ٹیڑھے یعنی غلط (راہ پر چلو) تو ہم بھی ٹیڑھے رہیں گے۔

اعضاء میں دل کو مرکزی حیثیت حاصل ہے: معزز ساتھیو! آپ کو معلوم ہے کہ اعضاء میں مرکزی حیثیت دل کو حاصل ہے۔ دل میں جو تصور اور خیال آتا ہے انسان اسکا اظہار زبان کے ذریعہ کرتا ہے۔ پھر اعضاء زبان کے احکامات کی تعمیل کرتی ہے۔ اگر قلبی تصور حق وصداقت پر مبنی ہو تو زبان بھی ساتھ دیگر اعضاء بھی اسکے تابع رہیں گے۔ اگر دل لایعنی، بے ہودہ تصورات وخیالات کا منبع ہو تو زبان بھی اسکی تابعداری پر مجبور ہو کر سارا انسانی بدن انکے راہ پر چلے گا۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ **ما النجاة فقال املک علیک لسانک و لیسعک بیتک و ابک علیٰ خطیئتک** (رورہ الترمذی)

ترجمہ: عقبہؓ نے آنحضرت کو عرض کیا (نجات کیسے حاصل ہوگا) آپ ﷺ نے فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ تمہارا گھر تمہارے لئے کافی ہو نیز اپنے گناہوں پر (اللہ کے سامنے گڑ گڑا کر) رو۔ تو تیرا گھر تیرے لئے کافی ہو کی وضاحت علماء نے یہ کی کہ بڑی مجلسوں اور بدکار لوگوں کے گھل ملنے کے بجائے بلاضرورت اپنے جائے سکونت سے باہر نہ نکلو ورنہ

تم بھی بدکاروں کے ساتھ ملنے بیٹھنے سے ان کے رنگ میں رنگے جاؤ گے۔ بدکار لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے محفوظ رہنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ تمہیں اپنے گناہوں کی مغفرت اور اللہ کے سامنے رونے اور حاجت روائی کیلئے دعوات کرنے کا موقع اطمینان وسکون سے ملے گا۔

بُرے ساتھی کی صحبت سے اکیلے رہنا بہتر ہے: اسی طرح ایک اور جگہ فرمان نبوی ہے:

عن عمر ان بن الحطان رحمه الله تعالیٰ قال لقيت اباذرؓ فو جد ته في المسجد مختباً بكساء اسود و حده فقال يا اباذر ماهذه الوحدة فقال سمعت رسول الله ﷺ، الوحدة خير من جليس السوء والجليس الصالح خير من الوحدة واملاء الخير خير من السكوت و السكوت خير من املاء الشر (سورۃ البیہقی)

ترجمہ۔ عمران بن حطان روایت کرتے ہیں کہ ابوذرؓ سے اس حالت میں ملا کہ وہ مسجد میں گوٹ لگائے اکیلے بیٹھے تھے میں نے ابوذر سے تنہائی کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواباً کہا میں نے سرکار دو عالم ﷺ سے سنا ہے کہ بُرے ساتھی کے ساتھ بیٹھنے سے اکیلے رہنا بہتر اور اچھے ساتھی کے ساتھ رفاقت کرنا اکیلے رہنے سے بہتر ہے اور کسی کو اچھی باتیں سنانا خاموشی سے بہتر ہے اور بری باتیں سنانے سے خاموشی بہتر ہے۔

بیسیوں احادیث وقرآنی آیات میں سختی سے زبان کے آفات اور ہلاکتوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ جو زبان مشین کی طرح چلتی ہے اور نہ برے بھلے کی تمیز کرتی ہے درانتی کی طرح خشک وتر کے امتیاز کے بغیر جو کچھ سامنے آتا ہے کاٹتی جارہی ہے اس زبان کا کوئی نگران نہیں اور ہر کسی کے عزت کو تار تار کرنا اسکی طبیعت ثانیہ بن کر یہ محاسبہ سے بالاتر ہے بلکہ رب کائنات کی تنبیہ ہے کہ "**ما يلفظ من قول الا لديه رقيب عتيد**" کہ انسان کے زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ ایک نگران جو تیار بیٹھا ہوا ہے تحریر کررہا ہے۔ روز قیامت منہ سے ہر نکلنے والے لفظ اور جملہ کا حساب پیش کرنا ہوگا۔ لاحاصل بولنے کی جگہ خاموش رہنے سے اس بندہ کو شیطان پر غالب آنے کی قوت سے اللہ نواز دیتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کا قول: امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ کا مقولہ ہے جو آدمی اپنی زبان کو قابو کرے اللہ تعالیٰ اسکی پردہ پوشی فرماتے ہیں۔ افسوس اگر پوری امت آنحضرت ﷺ کے ان بتائے ہوئے زرین اقوال پر عمل کرکے اپنے زبان کو ذرا احتیاط سے استعمال کرتے تو قتل وقتال کا جو میدان گرم رہتا ہے اور اس قسم کے خبروں کی میڈیا میں بھرمار ہوتی ہے ذلیل وخوار ہونے کی بجائے محفوظ زندگی گزار کر سکون وراحت سے دینوی کاموں کیساتھ رب العالمین کی اطاعت میں چند سالہ زندگی گزارتے۔

دنیا کے تمام اشیاء میں خیر وشر کے دونوں پہلو موجود ہیں۔ فطرتی طور پر نہ کوئی شی قابل مدح ہے اور نہ مذمت کے قابل

اسکے محمود اور مذموم ہونے کا دار و مدار استعمال پر ہے سخاوت ہی کو لیجئے اگر یہ عمل شریعت کے بتائے ہوئے حدود کے اندر رہتے ہوئے بروئے کار لایا جائے تو تعریف اور اگر اسلام کے اصولوں سے انحراف کر کے افراط وتفریط سے کام لیا جائے تو یہی بظاہر خوبصورت عمل سخا۔ اسی انسان کو شیطان کا بھائی بنا کر اسی کا ہم پیالہ ومشرب بنا دیتا ہے۔ یہ محمود عمل اسکے استعمال سے قابل مذمت بن گیا۔ آنکھیں جو اللہ کی انعامات میں سے بیش قیمت نعمت ہے اگر اسکے ذریعہ قرآنی آیات کو دیکھا جائے۔ علماء صلحاء کی دیدار کی جائے۔ محرمات کو دیکھنے میں استعمال سے بچا کر غض بصر یعنی آنکھیں نیچے رکھے، غیروں کی املاک کو للچائی نظروں سے دیکھ کر قبضہ کرنے کا ارادہ نہ ہو۔ لھو ولعب اور بدکاری کے اسباب دیکھنے سے محفوظ رکھے تو آنکھیں خیر ہی خیر کا مجموعہ ہیں۔ اگر ان مذکورہ امور کے برعکس جگہوں میں آنکھوں کا استعمال ہو۔ تو یہی آنکھیں شر کی حیثیت سے قابل مذمت سمجھی جاتی ہیں۔ یہی حال دنیا میں اللہ کے تمام تخلیقات کا ہے۔ جن میں امتیازی حیثیت زبان کو حاصل ہے اگر ہم اسکی دیکھ بھال کریں۔ اللہ کے متعین کردہ اصول اور مرضیات میں استعمال کریں۔ یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ ہر عضو سے سرزد ہونے والے گناہوں سے بچنا ضروری ہے۔ مگر زبان ایک ایسا آلہ تکلم ہے جیسے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ کئی دفعہ آدمی بے پروائی میں ایسے باتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جو اس کیلئے سخت ترین عذاب کا سامنا کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی ایسے مجالس میں داخل ہو جاتا ہے جہاں جھوٹ ہی جھوٹ کا دور دورہ، غیبت، غیر شرعی اور دوسروں کو بے عزت کرنے جیسے منصوبے کرنے کے پروگرام بن رہے ہوں۔ یہ بھی اسمیں شامل ہو کر انکے زبان میں اپنے زبان کو شامل کر لیتا ہے۔ اسکے دو گناہوں سے بھرے کلمات اسکو جہنم لے جا کر گرا دیتے ہیں۔

اور اگر یہی عظیم نعمت زبان ایک شخص سے دین سیکھنے، ذکر اللہ کرنے کسی مسلمان کے پریشانی میں اسے تسلی دینے، سچ بولنے، غیبت سے منع کرنے دین اور دین کے مسائل سکھانے، ظالم و بے دین حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنے اور ہزاروں دینی اعمال واحکام جن کا تعلق زبان سے ہے میں استعمال ہو تو گویا اس نے اپنے دین کی حفاظت کر کے دنیا وآخرت میں تباہی سے بچ گیا۔ یہی زبان انسان کو تباہی وھلاکت کے طرف پہنچانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا واقعہ۔ کبھی کبھی آپ کو حضور ﷺ کے یار غار اور انبیاء کے بعد روئے زمین پر سب سے افضل شخصیت وامیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا واقعہ سناتا ہوں کہ ایک دفعہ اپنے زبان کو منہ سے نکال کر ہاتھ سے مروڑ رہے تھے۔ لوگوں نے زبان کو اس سزا دینے کی وجہ پوچھی تو فرمایا ”ان ھذا اوردنی الموارد“ اسی زبان نے مجھے بڑی ہلاکتوں میں مبتلا کیا ہے۔ جسکی سزا اسے دے رہا ہوں۔

رب العالمین نے مسلمان کی خاصیت کہ جو فضول اور بے مقصد کلام میں شامل نہیں ہوتے سورۃ مومنون میں اس انداز سے ذکر فرمایا ”والذین ھم عن اللغو معرضون“ کہ وہ لوگ بے کار اور فضول لایعنی باتوں سے اعراض کرتے ہیں یعنی ایسے افعال جو ضروری اور مفید نہ ہوں ان کو عبث اور بیکار کہا جاتا ہے احادیث مقدسہ میں انکو ترک

کرنے کی شدید تاکید کی گئی۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے ایک بزرگ کا واقعہ اپنے وعظ میں ذکر فرمایا کہ کسی شخص کے دروازہ پر جا کر کھٹکھٹانے کے بعد اس کا نام لے کر آواز دی۔ اندر سے آواز آئی کہ فلاں موجود نہیں۔ پھر بزرگ نے سوال کیا کہ وہ کہاں گئے ہیں اندر سے آواز آئی کہ معلوم نہیں۔ اپنے اس دوسرے سوال پر کہ وہ کہاں گئے یہ بزرگ تیس برس روتے رہے کہ میں نے یہ بے مقصد اور بے کار سوال کیوں کیا

کم گو بزرگ: ایک دوسرے بزرگ اور ممتاز عالم دین مولانا فرید الدین صاحبؒ کے بارہ میں فرمایا کہ وہ حد درجہ کم گو تھے۔ جب تک انتہائی ضروری اور اہم ضرورت نہ ہوتی نگاہ بھی اوپر نہ آٹھاتے۔ کسی کے بات پوچھنے پر صرف منہ سے جواب دیتے نگاہ سائل کے طرف نہ اٹھاتے کہ بلا ضرورت نظر کو کیوں صرف کیا جائے۔ اس تمام بیان کی روشنی میں اگر ہم اپنے اعمال پر نظر دوڑائیں تو حسرت کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ قیمتی عمر کے اکثر لمحات کو ایسے لوگوں کے ساتھ گزارا اور اب بھی ضائع کر رہے ہیں جہاں جھوٹ، تہمت اور غیبت کے علاوہ مزہ ہی نہیں آتا۔ بلکہ اس زحمت کو اپنے لئے رحمت اور گناہ کو اپنے لئے سکون اور ثواب سمجھ بیٹھے ہیں کسی دوسرے مسلمان کے خلاف سنی سنائی بغیر ثبوت الزام اور تہمت کو بار بار ذکر کرنے اور سننے کیلئے بے چین رہ کر اسکو اور لوگوں تک پہنچانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا اپنا اولین فرض سمجھتے ہیں حالانکہ اس جدو جہد میں نہ دنیا کا نفع ہے اور نہ آخرت کا۔ بلکہ دنیا و آخرت دونوں میں زیاں ہی زیاں ہے۔

ایک اخلاقی اور اسلامی فریضہ: خوش قسمت وہ مسلمان ہے جو چند روزہ زندگی کو اللہ کی فرمانبرداری میں استعمال کرے اور اگر کبھی جھوٹے، غیبت کرنے اور تہمت لگانے والے سے ملنے یا بیٹھنے کا موقع ملے تو ان کے ہاں میں ہاں ملانے کی بجائے انکو ان اعمال بد سے روک کر اپنا اسلامی فریضہ ادا کرے اور پھر کوشش کریں کہ نہ جھوٹ بولیں اور نہ کسی کیلئے جھوٹی گواہی دیں ناجائز اور گناہ کے مجالس میں حاضر نہ ہوں۔ گناہ کرنے والوں کے محافل میں کثرت سے بیٹھنے والا اگر اس کی نیت ان کو راہ راست پر لانا نہ ہو ایک دن انکا رنگ اس پر بھی حاوی ہو جائیگا۔

مابعد الموت کیلئے تیاری: محترم دوستو ہمیں ایک ایک منٹ کو ضائع ہونے سے بچا کر ابدی زندگی یعنی موت کے بعد کیلئے نیک عمل کی صورت میں خرچ کرنے کی سعی کرنی ہے۔ ہماری کم علمی یا عدم غور وفکر کا نتیجہ ہے کہ اگر ہمارے ہاں کوئی چیز بے قیمت اور بے حقیقت ہے وہ وقت اور زندگی کے اوقات ہیں جسکو بیدردی سے لاحاصل اعمال گفتار و کردار میں گزار رہے ہیں۔

رب العزت ہم اور آپ سب کو جھوٹ، جھوٹی گواہی اور لاحاصل کاموں سے اپنی عمروں کو بچانے کی توفیق دے۔ (آمین)